فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۰۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: وجود باری تعالیٰ کے بارے میں دلائل ذکر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے وجود کا اقرار انسان کی فطرت میں شامل ہے، دوسری موجودات کے مقابلہ میں وجود حق تعالیٰ کا اقرار دل کی بڑی مجبوری ہے، بنی آدم کا ہر فرد خالق کائنات کے وجود کا معترف ہے، بعض ملحدین نے جو اس کا انکار کیا ہے، وہ فطرت کو دبانے کی ایک ناکام کوشش ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمَّا كَانَ الْإِقْرَارُ بِالصَّانِعِ فِطْرِيًّا، فَإِنَّ الْفِطْرَةَ تَتَضَمَّنُ الْإِقْرَارَ بِاللّٰهِ وَالْإِنَابَةَ إِلَيْهِ وَهُوَ مَعْنٰى لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنَّ الْإِلٰهَ هُوَ الَّذِي يُعْرَفُ وَيُعْبَدُ، لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ جُحُودَ الصَّانِعِ إِلَّا عَنْ فِرْعَوْنَ مُوسٰى، فَإِنَّ جُحُودَ الصَّانِعِ لَمْ يَكُنْ دِينًا غَالِبًا عَلٰى أُمَّةٍ مِنَ الْأُمَمِ قَطُّ وَإِنَّمَا كَانَ دِينُ الْكُفَّارِ الْخَارِجِينَ عَنِ الرِّسَالَةِ هُوَ الْإِشْرَاكُ.

”صانع (خالق و مالک) کا اقرار فطری امر ہے، اس فطری اقرار میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا اعتراف اور اسی کی طرف رجوع شامل ہیں، لا الہ الا اللہ کا یہی معنی ہے، کیونکہ الہ اسی ذات کو کہا جاتا ہے، جسے پہچان کر اس کی عبادت کی جائے،

اللہ تعالیٰ نے صرف فرعونِ موسیٰ سے صانع کا انکار نقل کیا ہے، کسی امت میں بھی وجود باری تعالیٰ کا انکار غالب دین نہیں رہا ہے، کفار جو رسالت کے منکر تھے، ان کا دین شرک پر مبنی تھا (انکار وجود باری تعالیٰ پر نہیں)۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ۶۳۰/۷۔۶۳۱)

❁ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:**

سَمِعْتُ شَيْخَ الْإِسْلَامِ تَقِيَّ الدِّينِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوحَهٗ يَقُولُ : كَيْفَ يُطْلَبُ الدَّلِيلُ عَلٰى مَنْ هُوَ دَلِيلٌ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ؟ وَكَانَ كَثِيرًا مَّا يَتَمَثَّلُ بِهٰذَا الْبَيْتِ :

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيْءٌ

إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلٰى دَلِيلٍ

وَمَعْلُومٌ أَنَّ وُجُودَ الرَّبِّ تَعَالٰى أَظْهَرُ لِلْعُقُولِ وَالْفِطَرِ مِنْ وُجُودِ النَّهَارِ، وَمَنْ لَمْ يَرَ ذٰلِكَ فِي عَقْلِهٖ وَفِطْرَتِهٖ فَلْيَتَّهِمْهُمَا .

''میں نے شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات پر دلیل کیسے طلب کی جا سکتی ہے، جو خود ہر چیز پر دلیل ہے؟ آپ اکثر سمجھانے کے لیے یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيْءٌ إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلٰى دَلِيلٍ

''جب دن بھی دلیل کا محتاج ہو جائے، تو عقل و فہم درست نہیں رہتے۔''

یہ بات عیاں ہے کہ دن سے زیادہ وجود باری تعالیٰ عقل و فطرت کی رو سے

واضح ہے، جو اس سے اختلاف کرتا ہے اس کی عقل وفطرت کا قصور ہے۔''

(مَدارج السّالکین: ۷۱/۱)

دلائل وجود باری تعالیٰ:

وجود باری تعالیٰ پر کئی دلائل ہیں، جس کا انکار ممکن نہیں۔

① فطرت:

فطرت وجود باری تعالیٰ کی سب سے بڑی دلیل ہے، کیونکہ یہ بات نفوس بشر میں راسخ ہو چکی ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرمان باری تعالیٰ: ﴿أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾ (إبراهيم: ۱۰) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هٰذَا يَحْتَمِلُ شَيْئَيْنِ، أَحَدُهمَا : أَفِي وُجُودِهٖ شَكٌّ؟ فَإِنَّ الْفِطَرَ شَاهِدَةٌ بِوُجُودِهٖ، وَمَجْبُولَةٌ عَلَى الْإِقْرَارِ بِهٖ، فَإِنَّ الْاِعْتِرَافَ بِهٖ ضَرُورِيٌّ فِي الْفِطَرِ السَّلِيمَةِ، وَلٰكِنْ قَدْ يَعْرِضُ لِبَعْضِهَا شَكٌّ وَاضْطِرَابٌ، فَتَحْتَاجُ إِلَى النَّظَرِ فِي الدَّلِيلِ الْمُوَصِّلِ إِلٰى وُجُودِهٖ؛ وَلِهٰذَا قَالَتْ لَهُمُ الرُّسُلُ تُرْشِدُهُمْ إِلٰى طَرِيقِ مَعْرِفَتِهٖ بِأَنَّهٗ ﴿فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ الَّذِي خَلَقَهَا وَابْتَدَعَهَا عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ، فَإِنَّ شَوَاهِدَ الْحُدُوثِ وَالْخَلْقِ وَالتَّسْخِيرِ ظَاهِرٌ عَلَيْهَا، فَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ صَانِعٍ، وَهُوَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ،

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَهُهُ وَمَلِيكُهُ، وَالْمَعْنَى الثَّانِي فِي قَوْلِهِمْ: ﴿أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾ أَيْ أَفِي إِلٰهِيَّتِهِ وَتَفَرُّدِهِ بِوُجُوبِ الْعِبَادَةِ لَهُ شَكٌّ، وَهُوَ الْخَالِقُ لِجَمِيعِ الْمَوْجُودَاتِ، وَلَا يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ إِلَّا هُوَ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ؛ فَإِنَّ غَالِبَ الْأُمَمِ كَانَتْ مُقِرَّةً بِالصَّانِعِ، وَلٰكِنْ تَعْبُدُ مَعَهُ غَيْرَهُ مِنَ الْوَسَائِطِ الَّتِي يَظُنُّونَهَا تَنْفَعُهُمْ أَوْ تُقَرِّبُهُمْ مِنَ اللّٰهِ زُلْفٰى.

''اس میں دو احتمال ہیں؛ ایک تو یہ کہ (رسولوں سے پوچھا) کیا اس کے وجود میں شک ہے؟ فطرت اس کے وجود کی گواہ ہے اور اس کے وجود کا اقرار جبلت میں داخل ہے، کیونکہ فطرت سلیمہ کے لیے اس کا اعتراف ضروری ہے، البتہ بسا اوقات کسی فطرت کو شک واضطراب لاحق ہو جاتا ہے، پھر وہ اس کے وجود پر دلیل کی محتاج ہو جاتی ہے، اسی لیے معرفت الٰہی کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے ان رسولوں نے فرمایا: ﴿فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔'' اس نے ان کو بغیر کسی سابقہ نمونہ کے پیدا فرمایا ہے، اس کی تخلیق وتسخیر کی علامات ان آسمانوں اور زمین پر واضح موجود ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ضرور کوئی خالق ہے اور وہ اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رسولوں کا یہ کہنا: ﴿أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾ ''کیا اللہ کے بارے میں شک ہے۔'' سے مراد ہے کہ کیا اس کی الوہیت وحدانیت اور استحقاق عبادت میں شک

ہے، حالانکہ وہی تمام موجودات کا خالق ہے، عبادت کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں، اکثر امتیں صانع کا اقرار کرتی تھیں، لیکن اپنے زعم میں حصول نفع یا تقرب الٰہی کے لیے دوسرے وسائل کو اس کا شریک ٹھہراتی تھیں۔''

(تفسیر ابن کثیر: ٤/٤٠١-٤٠٢)

❁ اسی فطرت کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(الروم: ٣٠)

''یکسو ہو کر اپنی توجہ دین کی طرف قائم کر لیجیے، اس فطرت کو لازم پکڑو، جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اس کی تخلیق میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، یہ مضبوط دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عَابِدُونَ﴾

(البقرة: ١٣٨)

''اللہ کے رنگ (دین) کو لازم پکڑو اور اللہ سے بڑھ کر کس کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؟ اور ہم خالص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔''

❁ ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى﴾(الأعراف: ١٧٢)

’’(وہ وقت یاد کرو) جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں میں موجود اولادوں سے عہد لیا اور انہیں اپنی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے کہا: کیوں نہیں۔‘‘

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

’’معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت میں ایسی قوت ہے، جو حق کے اعتقاد اور نافع کے ارادے کی متقاضی ہوتی ہے، اب وجود صانع کا اقرار، اس کی معرفت اور اس پر ایمان یا حق ہوگا یا باطل، دوسری بات تو واضح طور پر فاسد ہے، لہٰذا اس کا حق ہونا متعین ہو گیا، لہٰذا ضروری طور پر فطرت میں ایسی چیز ہوتی ہے، جو صانع کی معرفت اور اس پر ایمان کا تقاضا کرتی ہے۔‘‘

(دَرء تَعارُض العَقل والنَّقل: ٤٥٨/٨)

❁ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَوْلُودٍ مُتَوَفًّى، وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ .

’’ہر فوت شدہ بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اگر چہ وہ ولد الزنا ہو، کیونکہ وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے۔‘‘

(صحيح البخاري: ١٣٥٨)

❁ اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے زہری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک آدمی، جس پر مومن گردن آزاد کرنا لازم ہے، کیا شیر خوار بچہ کفایت کرے گا؟ فرمایا:

نَعَمْ، وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ يَعْنِي الْإِسْلَامَ .

''جی ہاں، وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے۔''

(التمهيد لابن عبد البرّ : ٧٦/١٨، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عطیہ رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس سے مراد اللہ کا دین ہے۔''

(تفسير الطّبري : ٢١٢٦، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سدی رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾(المائدة : ٧) ''اپنے اوپر اللہ کی نعمت اور اس پختہ عہد کو یاد کرو، جو اس نے تم سے لیا تھا، جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت گزار ہوئے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ أَخَذَ مِيثَاقَنَا، فَقُلْنَا : سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا عَلَى الْإِيمَانِ، وَالْإِقْرَارِ بِهٖ وَبِرَسُولِهٖ .

''اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا تھا، تو ہم نے کہا تھا: ہم نے ایمان کی بات کو سنا اور اطاعت کی، نیز اللہ کا اور اس کے رسول کا اقرار کیا۔''

(تفسير الطّبري : ١١٥٥٦، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نیز فرمان الٰہی : ﴿فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ﴾ (الأعراف : ١٠١) ''وہ اس چیز پر ایمان لانے والے نہیں، جس کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے ہیں۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ يَوْمٌ أُخِذَ الْمِيثَاقُ مِنْهُمْ فَآمَنُوا كُرْهًا .

''یہ اس دن کی بات ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا، تو انہوں نے

بادلِ نخواستہ ایمان کا اقرار کیا۔''

(تفسير الطّبري : ١٤٩٠٩، وسندهٗ حسنٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تھا، لیکن ابھی آسمان سے زمین پر نہیں اتارا تھا، پھر اس کی کمر کی دائیں طرف ہاتھ پھیرا اور موتیوں کی طرح سفید چیونٹیوں جیسی اولاد نکالی اور ان کو فرمایا: میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ، پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا اور سیاہ چیونٹیوں جیسی اولاد نکالی اور انہیں فرمایا: آگ میں داخل ہو جاؤ، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ یہ وہ موقع ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورت واقعہ میں اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کا لفظ استعمال کیا، ان سے عہد لیا اور فرمایا: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى﴾ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔'' ایک گروہ نے تو بخوشی اللہ کی اطاعت قبول کی اور دوسرے نے ناخوشی تقیہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ پھر اللہ اور فرشتوں نے کہا: ﴿شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِينَ، أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ﴾(الأعراف : ١٧٢) ''ہم گواہ ہو گئے ہیں، تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس بات سے بے خبر تھے یا یہ نہ کہو کہ ہمارے آباء واجداد نے ہم سے پہلے شرک کیا اور ہم ان کی اولاد تھے۔''

یہی وجہ ہے کہ زمین میں کوئی ایسا شخص نہیں، جو اللہ کو اپنا رب نہ سمجھتا ہو اور تمام مشرکین اپنے نبیوں کو یہی کہتے تھے: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَإِنَّا

عَلٰى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ﴾(الزُّخرُف : ٢٣)''ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک دین پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔'' اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى﴾ (الأعراف : ١٧٢)''(وہ وقت یاد کرو) جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں میں موجود اولادوں سے عہد لیا اور انہیں اپنی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں۔'' انہی کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَهٗ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ (آل عمران : ٨٣)''اسی کے لیے زمین وآسمانوں کی تمام چیزیں طوعا وکرہا مطیع ہو گئیں۔'' اسی موقع کے متعلق فرمایا: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ﴾(الأنعام : ١٤٩)''اللہ کے پاس مضبوط دلیل ہے، اگر وہ چاہتا، تو تم سب کو ہدایت دے دیتا، یہ وعدے والے دن کی بات ہے۔''

(تفسير الطّبري : ١٥٣٨٤، وسندهٗ حسنٌ)

② آیات:

اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اس کی معرفت کا ایک طریقہ زمین وآسمان میں اس کی مخلوقات میں غور وفکر بھی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ

عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ﴾(یونس: ۱۰۱)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسے غور سے دیکھو، ہماری نشانیاں اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے (رسول) بے ایمان قوم کو کچھ فائدہ نہیں دیتے۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾(الأعراف: ۱۸۵)

''کیا انہوں نے آسمانوں وزمین کی بادشاہی اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات میں غور وفکر نہیں کیا۔''

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل بننے والی آیات میں قولی آیات بھی شامل ہیں، یعنی وہ آیات، جن کے ساتھ اس نے کلام کیا ہے، جیسے قرآن۔ نیز اس کی وہ فعلی آیات، جن کو اس نے نفس وآفاق میں پیدا کیا ہے، وہ بھی اس پر دلیل ہیں اور ان سے نصیحت وبصیرت حاصل ہوتی ہے۔''

(درء تعارُض العقل والنّقل: ۵۳۳/۸)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''جب آپ ان چیزوں کی طرف غور کریں گے، جن میں غور وفکر کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن کریم میں دعوت دی ہے، تو وہ چیزیں آپ کو اللہ کی ذات، اس کی وحدانیت، اس کی صفاتِ کمال وجلال، اس کے وسیع علم

وقدرت، اس کی کمال حکمت ورحمت، فضل واحسان، لطف وکرم، عدل، رضا اور ثواب وعقاب کے بارے میں روشناس کروائیں گی، اسی سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں متعارف ہوا ہے، نیز اس کی آیات میں غور وفکر کی طرف اُن کا میلان ہوا ہے۔''

(مِفتاح دار السّعادة : ۱/۱۸۷)

③ نفسی آیات:

نفسی آیات سے مراد وہ نشانیاں ہیں، جو انسان کے اپنے اندر موجود ہیں، مثلاً اس کی تخلیق واعضا کی بناوٹ اور اس کی زندگی کے حالات وواقعات۔ جب انسان غور کرے، تو ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائب ملاحظہ کرتا ہے اور اس کے وجود پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾

(فُصِّلت : ۵۳)

''عنقریب ہم انہیں آفاق اور ان کی اپنی جانوں میں نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ وہ جان لیں کہ یہ (قرآن) حق ہے۔''

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''چونکہ انسان کے قریب ترین اس کا اپنا وجود ہے، تو اس کے خالق ومصور نے اسے خود میں غور وفکر کی دعوت دی، جب انسان اپنے آپ میں غور وفکر کرتا ہے، تو ربوبیت کی آیات اس کے لیے روشن، یقین کے انوار اس کے لیے بلند ہو

جاتے ہیں، نیز اس سے شک وشبہ کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔''

(التِّبيان في أقسام القرآن، ص ١٩٠)

④ آفاقی آیات:

کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں ہیں، اللہ نے اپنے وجود کے دلائل کائنات کی ہر چیز میں بکھیر رکھے ہیں۔

؎ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهٗ آيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ وَاحِدٌ

''ہر چیز میں نشانی ہے، جو بتاتی ہے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ﴾(البقرة : ١٦٤)

''بلاشبہ آسمان وزمین کی تخلیق، دن رات کے آنے جانے، سمندر میں لوگوں کے نفع کے لیے چلنے والی کشتیوں، آسمانوں سے اللہ کے نازل کردہ پانی، جس نے اس کے ذریعہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر طرح کا چوپائے پھیلا دیے، نیز ہواؤں کے پھیرے اور آسمان وزمین کے درمیان

مسخر بادلوں میں عقل کرنے والی قوموں کے لیے نشانیاں ہیں۔‘‘

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ، فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِّنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ.

’’ایک چیونٹی نے کسی نبی کو کاٹ لیا، تو انہوں نے ان کے بِل کو جلانے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا، تو آپ نے ایسی مخلوق کو جلا دیا، جو اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔‘‘

(صحيح البخاري: ٣٠١٩، صحيح مسلم: ٢٢٤١)

❁ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا فِي السَّمَاءِ نَجْمٌ وَّلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ إِلَّا يَقَعُ لِلّٰهِ سَاجِدًا حِينَ يَغِيبُ، ثُمَّ لَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يُؤْذَنَ لَهٗ فَيَأْخُذَ ذَاتَ الْيَمِينِ، وَزَادَ مُحَمَّدٌ: حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى مَطْلَعِهٖ.

’’آسمان کا ہر ستارہ، سورج اور چاند غروب کے وقت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ پھر اس وقت تک واپس نہیں ہوتا، جب تک اسے اجازت نہیں ملتی، پھر وہ دائیں جانب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اپنے طلوع کی جگہ پر واپس لوٹ آتا ہے۔‘‘

(تفسير الطّبري: ٢٤٩٧٥، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعِيبَنَّ أَحَدُكُمْ دَابَّتَهٗ وَلَا ثَوْبَهٗ، فَإِنَّ كُلَّ شَيْءٍ يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ.

’’کوئی اپنے جانور یا کپڑے کو بُرا مت کہے، کیونکہ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔‘‘

(سنن سعید بن منصور : ۱۲۸۱، وسندهٗ حسنٌ)

۞ نیز فرماتے ہیں:

إِذَا سَمِعْتَ نَقِيضًا مِّنَ الْبَيْتِ أَوِ الْخَشَبِ أَوِ الْجِدَارِ فَهُوَ تَسْبِيحٌ .

''آپ گھر، لکڑی یا دیوار کے ٹوٹنے کی آواز سنتے ہیں، تو یہ اُس کی تسبیح ہوتی ہے۔''

(العَظَمة لأبي الشَّيخ : ۱۱۹۷، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا کسی کو ''قاضی القضاۃ'' کہنا جائز ہے؟

جواب: کسی کو قاضی القضاۃ کا لفظ اگر مقید کر کے استعمال کیا جائے، تو جائز ہے، جیسے مصر کے قاضی القضاۃ، پاکستان کے قاضی القضاۃ۔

اگر علی الاطلاق کہا جائے، تو درست نہیں، کیونکہ یہ احکم الحاکمین کے معنی میں ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

جن اہل علم نے ''قاضی القضاۃ'' لقب رکھنے کو مکروہ یا حرام کہا ہے، ان کی مراد مطلق طور پر ''قاضی القضاۃ'' کہنا ہے، البتہ اگر کسی زمانے یا ملک کے ساتھ مقید کر دیا جائے، تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، واللہ اعلم!

سوال: یہ کہنا کہ ''ہمیں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ملی'' کیسا ہے؟

جواب: یہ جملہ تین حال سے خالی نہیں۔

① اگر یہ عقیدہ ہو کہ ستاروں کی منازل ہی بارش اتارنے والی ہیں، تو یہ بالا جماع کفریہ و شرکیہ عقیدہ ہے۔

② یہ عقیدہ ہو کہ بارش درحقیقت اللہ ہی کے امر و ارادے سے نازل ہوتی ہے، لیکن یہ منازل سبب ہیں، یہ شرک اصغر ہے۔

③ یہ مراد ہو کہ فلاں وقت بارش ہوئی، یعنی منزل سے مراد اس کا وقت ہو، تو اکثر کے ہاں جائز ہے، البتہ بچنا بہتر ہے۔

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ عِنْدِي عَلٰى وَجْهَيْنِ؛ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَإِنَّ الْمُعْتَقِدَ أَنَّ النَّوْءَ هُوَ الْمُوجِبُ لِنُزُولِ الْمَاءِ وَهُوَ الْمُنْشِءُ لِلسَّحَابِ دُونَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَذٰلِكَ كَافِرٌ كُفْرًا صَرِيحًا يَجِبُ اسْتِتَابَتُهٗ عَلَيْهِ وَقَتْلُهٗ لِنَبْذِهِ الْإِسْلَامَ وَرَدِّهِ الْقُرْآنَ.

وَالْوَجْهُ الْآخَرُ أَنْ يَعْتَقِدَ أَنَّ النَّوْءَ يُنْزِلُ اللّٰهُ بِهِ الْمَاءَ وَأَنَّهٗ سَبَبُ الْمَاءِ عَلٰى مَا قَدَّرَهُ اللّٰهُ وَسَبَقَ فِي عِلْمِهٖ فَهٰذَا وَإِنْ كَانَ وَجْهًا مُبَاحًا فَإِنَّ فِيهِ أَيْضًا كُفْرًا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَجَهْلًا بِلَطِيفِ حِكْمَتِهٖ لِأَنَّهٗ يُنْزِلُ الْمَاءَ مَتٰى شَاءَ مَرَّةً بِنَوْءِ كَذَا وَمَرَّةً دُونَ النَّوْءِ وَكَثِيرًا مَا يَخْوَى النَّوْءُ.

''اس کا مطلب میرے نزدیک دو طرح سے ہے، ایک تو یہ کہ عقیدہ یہ ہو کہ منزل ہی بارش کا موجب ہے، وہی بادل پیدا کرتی ہے، تو یہ صریح کفر ہے، اس کے مرتکب کو توبہ کروانا، ورنہ قتل کرنا واجب ہے، کیونکہ اس نے اسلام کو چھوڑ دیا اور قرآن کو رد کر دیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس منزل کی وجہ سے اللہ بارش نازل کرتا ہے یعنی وہ سبب ہے اللہ کی تقدیر کے پورے ہونے کا، یہ اگرچہ درست ہے، لیکن اس میں بھی کفران نعمت موجود ہے، اور اللہ کی

حکمت سے جہالت کا عنصر نظر آتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے بارش نازل کرتا ہے، کبھی اس منزل میں، کبھی دوسری منزل میں۔''

(التّمهيد : ٢٨٧/١٦)

❀ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رات کی بارش کے بعد ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، جب فارغ ہوئے، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا ہے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: اللہ نے فرمایا ہے:

أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ : بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالكَوْكَبِ .

''میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لے آئے اور کچھ کافر ہو گئے، جنہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی رحمت و فضل سے بارش ملی ہے، وہ مجھ پر ایمان لے آئے اور ستاروں کے کافر ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے سے بارش ملی ہے، وہ مجھ سے کافر اور ستاروں پر ایمان لے آئے ہیں۔''

(صحيح بخاري : ١٠٧٨، صحيح مسلم : ٧١)

❀ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُونَهُنَّ؛ الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَقَالَ : النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ .

''میری امت کے (بعض) لوگ جاہلیت کے چار کام نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب میں فخر،نسب میں طعن وعیب،ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اورنوحہ کرنا،نوحہ کرنے والی عورت توبہ کے بغیر مر جائے، روز قیامت اسے اٹھایا جائے گا،تو اس پر گندھک کی قمیص اور خارش کی چادر ہوگی۔''

(صحيح مسلم : 934)

❀ میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ ارْفُضُوهُنَّ : سَبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّظَرُ فِي النُّجُومِ، وَالنَّظَرُ فِي الْقَدَرِ .

''تین کام چھوڑ دیجئے، اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا،ستاروں میں غور وفکر اورتقدیر میں غور وخوض۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد بن حنّبل : 19، وسندهٗ حسنٌ)

(سوال): کیا ایمان بڑھتا گھٹتا ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے کہ ایمان زبان کے اقرار، دل کی تصدیق اوراعضاء وجوارح کے عمل کا نام ہے،اہل سنت والجماعت اس پر بھی متفق ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

❀ علامہ سبکی رحمہ اللہ (۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

يُنْقَلُ عَنِ السَّلَفِ مِنْ أَنَّهٗ إِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَاعْتِقَادٌ بِالْجِنَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ وَهٰذَا مُسْتَفِيضٌ فِيمَا بَيْنَهُمْ لَا يَجْحَدُهٗ إِلَّا الْمُكَابِرُونَ .

''سلف سے یہ بات منقول ہے کہ ایمان زبان کے اقرار، دل کے اعتقاد اور ارکان واعضا کے عمل کا نام ہے، ان کے ہاں یہ تعریف اتنی مشہور ہے کہ اس کا انکار کوئی متکبر شخص ہی کر سکتا ہے۔''

(طَبَقات الشّافعية الكبرىٰ :98/1)

۞ علی بن عبد الکافی سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) کہتے ہیں:

مَذْهَبُ السَّلَفِ فِي هٰذَا هُوَ الْحَقُّ .

''ایمان (کی کمی بیشی) کے بارے میں سلف کا مذہب ہی حق ہے۔''

(السّيف المسلول على من سب الرسول، ص 412)

۞ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُونَ : إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ وَمَعْرِفَةٌ، يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ، مَنْ كَثُرَتْ طَاعَتُهٗ أَزْيَدُ إِيمَانًا مِمَّنْ هُوَ دُونَهٗ فِي الطَّاعَةِ .

''محدثین کرام فرماتے ہیں: ایمان قول، عمل اور معرفت کا نام ہے، یہ اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے، جس کی اطاعت زیادہ ہوگی، وہ کم اطاعت والے سے ایمان میں زیادہ ہوگا۔''

(اعتقاد ائمة الحديث، ص 63)

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَلَا عَمَلَ إِلَّا بِنِيَّةٍ وَالْإِيمَانُ عِنْدَهُمْ يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ وَالطَّاعَاتُ كُلُّهَا عِنْدَهُمْ إِيمَانٌ إِلَّا مَا ذُكِرَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهٖ .

''فقہا اور محدثین کا اجماع ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، کوئی عمل نیت کے بغیر معتبر نہیں۔ فقہا ومحدثین کے نزدیک ایمان طاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت سے گھٹتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام نیکیاں ایمان ہیں، البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب سے اس کے برعکس منقول ہے۔''

(التّمهيد : 238/9)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ السَّلَفُ أَنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ وَمَعْنَى ذٰلِكَ أَنَّهُ قَوْلُ الْقَلْبِ وَعَمَلُ الْقَلْبِ ثُمَّ قَوْلُ اللِّسَانِ وَعَمَلُ الْجَوَارِحِ .

''سلف کا اجماع ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، یہ بڑھتا گھٹتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ایمان دل کے قول، دل کے عمل، زبان کے قول اور اعضاء وجوارح کے عمل کو کہتے ہیں۔'' (مجموع الفتاویٰ : 672/7)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِيمَانَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ السَّلَفُ ...... فَالْقَوْلُ تَصْدِيقُ الرَّسُولِ وَالْعَمَلُ تَصْدِيقُ الْقَوْلِ فَإِذَا خَلَا الْعَبْدُ عَنِ الْعَمَلِ بِالْكُلِّيَّةِ لَمْ يَكُنْ مُؤْمِنًا وَالْقَوْلُ الَّذِي يَصِيرُ بِهٖ مُؤْمِنٌ قَوْلٌ مَخْصُوصٌ وَهُوَ الشَّهَادَتَانِ فَكَذٰلِكَ الْعَمَلُ هُوَ الصَّلَاةُ .

''اہل سنت والجماعت کے ہاں ایمان قول وعمل کا نام ہے، اس پر کتاب وسنت

کے دلائل موجود ہیں، اسی پر سلف کا اجماع ہے۔......قول سے مراد رسول ﷺ کی تصدیق کرنا اور عمل سے مراد اپنے قول (کلمہ) کی تصدیق کرنا ہے۔ جب بندہ کلی طور پر عمل سے خالی ہوگا، تو وہ مؤمن نہیں۔ جس قول سے بندہ مؤمن بندہ ہے، وہ مخصوص قول ہے، یعنی شہادتین، اسی طرح عمل سے مراد نماز (وغیرہ) ہے۔''

(شرح العُمدة، ص 86)

(سوال): کیا خبر واحد حجت ہے؟

(جواب): ائمہ اہل سنت کے ہاں خبر واحد حجت ہے۔

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ فِيمَا عَلِمْتُ عَلٰى قَبُولِ خَبَرِ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ وَإِيجَابِ الْعَمَلِ بِهٖ إِذَا ثَبَتَ وَلَمْ يَنْسَخْهُ غَيْرُهُ مِنْ أَثَرٍ أَوْ إِجْمَاعٍ، عَلٰى هٰذَا جَمِيعُ الْفُقَهَاءِ فِي كُلِّ عَصْرٍ مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا إِلَّا الْخَوَارِجَ وَطَوَائِفَ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ شِرْذِمَةٌ لَا تُعَدُّ خِلَافًا.

''ہمارے علم کے مطابق ہر علاقے کے فقہا اور محدثین کا اجماع و اتفاق ہے کہ عادل راوی کی خبر واحد مقبول ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے، جب وہ روایت ثابت ہو اور کسی اور حدیث یا اجماع کی وجہ سے منسوخ بھی نہ ہو۔ یہ مؤقف صحابہ سے آج تک کے ہر زمانہ میں ہر علاقے کے تمام فقہا کا ہے، سوائے خوارج اور اہل بدعت کے بعض گروہوں کے۔ یہ چھوٹا سا طبقہ ہے، ان کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں۔''(التّمهيد :2/1)